53

خُدا کی راہ میں کام کرنے والوں کو نصیحت

(فرمودہ ۳۰/مارچ ۱۹۱۷ء)

تشہّد وتعوّ ذ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمائیں:-

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔

(الاخلاص)

بعدازاں فرمایا:-

بہت سے لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ جو کسی دینی خدمت کے لئے اپنے اوقات کا کوئی حصہ بھی نہیں نکال سکتے۔ پھر کچھ لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں جو اپنے دنیاوی کاموں سے کچھ وقت بچا کر دین کی خدمت کرنے میں لگا دیتے ہیں۔ ان کے دو گروہ ہیں۔ ایک وہ جو دین کی خدمت تو کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی انہیں اقرار ہوتا ہے کہ ہم کچھ نہیں کرتے۔ اور دوسرے وہ جو کچھ دینی کام کر کے اسی پر فخر اور بڑائی کرتے ہیں کہ ہم فلاں کام کرتے ہیں یا فلاں خدمت خدا تعالیٰ کے راستہ میں بجالاتے ہیں۔ جو لوگ کچھ بھی دین کی خدمت نہیں کرتے وہ بھی بے شک بُرے ہیں۔ لیکن وہ سُست اور غافل کہلا سکتے ہیں۔ مگر وہ جو کسی خدمت کے کرنے کی توفیق پاتے ہیں۔ اور پھر اس پر اس طرح تکبّر بڑائی اور فخر کرتے ہیں کہ گویا اللہ تعالیٰ پر احسان جتلاتے ہیں وہ سست اور غافل نہیں کہے جا سکتے بلکہ متکبّر اور مشرک کہلاتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ خُدا ہماری خدمت کا محتاج ہے اور ہم نے خدمت کر کے خُدا پر احسان کیا ہے۔

پھر جو لوگ کچھ خدمت کرتے ہوئے اقرار کرتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کر رہے۔ ہم سے جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے احسان اور فضل کے ماتحت ہی ہوتا ہے۔ ان کے بھی دو گروہ ہیں ایک تو وہ گروہ جو مُنہ سے کہتا ہے کہ جی ہم کچھ نہیں کرتے اور نہ ہی کچھ کر سکتے ہیں۔ یہ اور اس طرح کے کلمات سے وہ اپنا انکسار اور عاجزی ظاہر کرتا ہے۔ لیکن درحقیقت اس کے دل میں تکبّر ہوتا ہے اور عملاً اس کی حرکات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے اپنی خدمات سے خُدا

پر احسان کر رہا ہے گو وہ مُنہ سے کہے کہ ہم سے کیا ہو سکتا ہے۔ خُدا کی توفیق اور فضل سے ہی ہمیں کچھ کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے احسانات کا کیا شکریہ ادا کر سکتے ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ گروہ بھی انہی لوگوں میں شامل ہوتا ہے جو خُدا پر احسان رکھتے اور اس کا اظہار اپنی زبانوں سے بھی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے دل کے گہرے گڑھوں اور پوشیدہ کونوں میں تکبّر اور عُجب بھرا ہوتا ہے۔ اس کا پتہ اُن کے اس انکسار سے لگ سکتا ہے جو محض تکلّف اور بناوٹ کے طور پر ہوتا ہے۔ ان میں حقیقی طور پر شکر گذاری کا مادہ نہیں ہوتا یہی وجہ ہے جب کوئی موقعہ پڑتا ہے تو ان کا سارا انکسار جاتا رہتا ہے۔ اور ان کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ ایسے انکسار کو عربی میں تواضع کہتے ہیں اور یہ تکلّف ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کسی جگہ دو ہندوستانی اکٹھے ہو گئے۔ یہ دونوں ایسے علاقوں کے تھے جہاں کے لوگوں کا دعویٰ تھا کہ ہم تہذیب میں دوسرے علاقہ کے لوگوں سے بڑھ کر ہیں۔ اب گو تکلّف بہت کم ہو گیا ہے۔ مگر مسلمانوں کے آخری زمانہ میں بہت بڑھ گیا تھا۔ اور وہ دونوں اس آخری زمانہ کے باقی ماندہ تھے۔ ان میں سے ایک سیّد تھا۔ دوسرا مغل۔ دونوں سٹیشن پر کھڑے تھے اتنے میں ریل آ گئی ایک نے دوسرے کو سوار ہونے کے لئے کہا مرزا صاحب آپ گاڑی پر تشریف رکھیئے دوسرے نے کہا میر صاحب آپ تشریف رکھیئے بار بار کہتے اور اپنے متعلق عجز کے الفاظ استعمال کرتے رہے کہ گاڑی چل پڑی۔ اب دونوں کو تکلّف بھُول گیا۔ اور جلد سوار ہونے کے لئے ایک دوسرے کو دھکے دینے لگے۔ یہی حالت ظاہری تواضع اور تکلّف کی ہوا کرتی ہے اور اس کی حقیقت اس وقت کھلتی ہے جب خطرہ یا نقصان کا موقعہ آئے۔ اور ایسے وقت میں انسانوں کی آزمائش ہوتی ہے۔

مثلاً ایک شخص جو کوئی دینی خدمت کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ مگر اپنی طرف سے کوشش کرتا ہے وہ اگر کہتا ہے کہ میرے لئے جو خدمت مقرر ہے مجھ میں کہاں طاقت ہے کہ اس کو اچھی طرح بجا لا سکوں لیکن جہاں اس خدمت کے نتیجہ اور بدلہ میں اسے کچھ ملنے کی اُمید ہوتی ہے وہ اس کو نہیں ملتا بلکہ ایک ایسے شخص کو مل جاتا ہے جو اس کے خیال میں اس کا مستحق نہیں ہوتا تو وہ کہہ دیتا ہے کہ حق تو میرا تھا۔ وہ کیوں لے گیا۔ یا مثلاً ایک غلام ہے وہ آقا کو کہتا ہے کہ جو کچھ آپ مجھے دیتے ہیں وہ آپ کی نوازش اور مہربانی ہے۔ ورنہ خدمات کچھ بھی نہیں۔ لیکن جب ترقی یا انعام کا موقعہ آئے۔ اور آقا دوسرے کو دے دے۔ تو وہ یہ کہنے لگ جائے کہ میری خدمات کی طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی تو اس سے اس کی انکساری کی حقیقت کھل جائے گی۔ کیونکہ اگر واقعہ میں وہ اپنی خدمات کو حقیر سمجھتا ہوگا تو ایسے موقعہ پر اپنی حق تلفی نہیں سمجھے گا۔ لیکن اگر

ایسے موقعہ پر وہ بُرا مناتا۔اور چڑتا ہےتو معلوم ہؤا کہ وہ اپنا کچھ حق سمجھتا تھا۔اس وقت پتہ لگ جاتا ہے کہ واقع میں اس میں تواضع تھی یا تکلّف کے طور پر تواضع کا اظہار کرتا تھا۔

لیکن جو لوگ اس قسم کے امتحانوں میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔وہی اس بات کے مستحق ہوتے ہیں کہ انہیں خدا تعالیٰ کے لئے خدمت کرنے والے سمجھا جائے۔لیکن ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔اکثر ایسے ہی دیکھے گئے ہیں کہ اپنے نزدیک جو اپنا وہ درجہ قرار دے لیں اگر اس کے خلاف اُن سے سلوک ہو جائے تو سب انکسار اور تواضع بھول جاتے ہیں۔اور کہہ اُٹھتے ہیں کہ ہماری خدمات کا کوئی لحاظ نہیں کیا گیا۔یہی حال دینی امور میں بھی ہوتا ہے۔بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب کسی دینی امر میں کسی اور کو ان پر فوقیت مل جائے تو اعتراض کرنے شروع کر دیتے ہیں۔پھر جن باتوں کا فیصلہ خدا تعالیٰ کرے۔ان کے متعلق بھی خدا تعالیٰ پر اعتراض کرنے والے ہوتے ہیں۔یوں تو کہیں گے کہ اللہ کا ہم پر بڑا احسان اور فضل ہے۔بڑے انعامات ہیں۔مگر جب کوئی مصیبت آئے تو کہہ دیتے ہیں کہ نمازیں پڑھ کر اور روزے رکھ کر دیکھ لیا کچھ فائدہ نہ ہؤا۔گویا وہ جو نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے تھے وہ خدا پر احسان کرتے تھے۔

مَیں نے بتایا ہے کہ ایسے لوگوں کی حالت ان سے بھی بدتر ہوتی ہے جو خُدا کے راستہ میں کوئی کام ہی نہیں کرتے۔ایک شخص جو نماز نہیں پڑھتا روزے نہیں رکھتا۔وہ غافل اور بہت بڑی سزا کا مستحق ہے۔مگر ایک ایسا شخص جو کوئی تبلیغی کام کرتا ہے۔یا علم پڑھاتا ہے خواہ وہ الفاظ میں اس بات کا احسان خدا تعالیٰ پر جتلا دے۔خواہ اس کے دل کے کسی کونہ میں یہ بات مخفی ہو کہ مَیں خُدا تعالیٰ پر احسان کر رہا ہوں۔وہ بہت زیادہ خطرہ میں ہے۔کیونکہ پہلے انسان کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ اس کی سُستی اور غفلت ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ مجھے خُدا کی کوئی پروا نہیں کہ اس کے احکام کو مانوں۔مگر دوسرے انسان کے اعمال کا یہ ترجمہ ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ خُدا میرا محتاج ہے ان دونوں فقروں میں کہ ایک کہتا ہے مجھے خُدا کی کوئی پروا نہیں اور دوسرا کہتا ہے۔خُدا میرا محتاج ہے۔سمجھ لو کہ کونسا زیادہ سخت ہے۔اس میں شک نہیں کہ پہلا فقرہ بھی بہت سخت اور بہت بڑی سزا کا موجب ہے۔مگر دوسرا اس سے بھی زیادہ ہے۔پس یہ خیال بہت ہی خطرناک اور بُرے نتائج پیدا کرنے والا اور انسان کو ہلاکت تک پہنچانے والا ہے۔کیونکہ ایسے لوگوں کو ذرا ذرا سی بات پر ٹھوکر لگ جاتی ہے۔ایک سمجھتا ہے کہ یہ میرے حقوق ہیں اور جب اس کے سمجھے ہُوئے حقوق میں سے کچھ دوسرے کو مل جاتا ہے تو سب کچھ بھُول جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل ھو اللہ احد کہو اللہ ایک ہے۔ہر بات میں وہ واحد ہے۔اور کوئی اس کا شریک نہیں۔اللہ الصمد اللہ وہ ہستی ہے کہ ہر ایک چیز اس کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو شرک سے بچنے کی تعلیم دینے کے علاوہ یہ بھی نصیحت کی گئی ہے کہ اگر تم کوئی دینی خدمت کرتے ہو تو یہ خُدا تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایسا موقعہ دیا کہ تم خُدا پر یا اس کی طرف سے جو جماعت کے انتظام کے لئے مقرر کیا جاتا اس پر کوئی احسان جتلاؤ۔ ایسا کرنے والے ہمیشہ ہلاک اور تباہ ہُوا کرتے ہیں۔ دیکھ لو ہم میں سے ابھی جو لوگ علیحٰدہ ہوئے ہیں وہ کون تھے۔ وہی تھے جنہوں نے کوئی کام کیا اور کہا کہ ہم نے بڑی بڑی دینی خدمتیں کی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کو اپنی جماعت سے نکال کر اس طرح باہر پھینک دیا جس طرح دودھ سے مکھی۔ ابھی مولوی محمد احسن صاحب جُدا ہوئے ہیں۔ ان کی بھی یہی حالت تھی کہ بڑا فخر کیا کرتے اور کہتے تھے کہ مَیں نے یہ کیا وہ کیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ کوئی انسان اس پر احسان رکھے۔ اس لئے ایسے انسان ہمیشہ گرائے اور نیچے پھینکے جاتے ہیں۔ پس میں اپنی جماعت کے لوگوں کو خاص طور پر یہ نصیحت کرتا ہوں کہ گو وہ حصّہ جو خطرناک طور پر اس مرض میں گرفتار تھا وہ نکل گیا ہے۔ مگر ابھی تک کچھ نہ کچھ ہے ہی۔ بعض کہتے ہیں ہمیں فلاں حق کیوں نہیں دیا گیا اور ہم سے فلاں قسم کا سلوک کیوں نہیں کیا گیا۔ مَیں کہتا ہوں۔ جب وہ دینی خدمت کرتے ہیں تو پھر حق کیسا۔ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ایک جنگ کے موقعہ پر جبکہ حضرت عمرؓ۔ خالدؓ اور ابو عبیدہؓ جیسے نامور اشخاص لشکر میں شامل تھے۔ اسامہ بن زید کو لشکر کا سپہ سالار بنایا گیا تھا[1] جس کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔ اور جس نے کوئی خدمت نہ کی تھی مگر بڑے بڑے صحابہ میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہ کہا کہ ہماری خدمات کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ واقعہ میں ہر ایک مومن کو ایسا ہی ہونا چاہیئے کیونکہ جب اللہ کے لئے دینی خدمت کی جائے تو پھر اس کے کیا معنی کہ ہماری خدمات کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ تو انسانوں کو پہلے دیتا ہے اور اس کے بعد وہ اس کے راستہ میں کچھ صرف کرتے ہیں۔ ایک نوکر اپنے آقا کی خدمت آئندہ ملنے والی تنخواہ کے لئے کرتا ہے مگر انسان جو اللہ تعالیٰ کے لئے کام کرتا ہے۔ وہ اس انعام کے بدلہ کرتا ہے جو اسے پیشتر مل چکا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ چونکہ احد ہے۔ انسان اگر کسی سے کچھ کام لیتے ہیں تو اس چیز کے بدلے بعد میں دیتے ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں کو جو کام بتلاتا ہے وہ اس کے بدلے میں ہے جو انہیں دے چکا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا۔ قویٰ دیئے دولت علم عقل و ہمت دی۔ اس کے بعد کہتا ہے کہ ان میں سے کچھ ہمارے راستہ میں خرچ کرو۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں کہتا کہ پہلے تم کوئی کام کرو تو پھر مَیں تمہیں یہ چیزیں دوں گا۔ کیونکہ ہر ایک چیز اس کی محتاج ہے۔ جب ہر چیز محتاج ہوئی۔ تو جب تک وہ چیزیں نہ دے اس وقت تک کوئی کام کس طرح کرسکتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ پہلے

[1]:۔ بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب مناقب زید بن حارثہ۔

دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اس طرح کرو۔ پس جب خدا تعالیٰ کچھ کرنے سے پہلے ہی دے دیتا ہے تو پھر یہ کہنا کہ ہمارا حق نہیں ملا یا ہماری خدمات کا لحاظ نہیں کیا گیا حد درجہ کی نادانی نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ تو ایسی بات ہے کہ ہم ایک مزدور کو بٹالہ بھیجیں اور آٹھ یا بارہ آنہ مزدوری اسے پہلے دے دیں۔ لیکن وہ واپس آکر کہے کہ مجھے کچھ نہیں دیا گیا۔ یہ اس کی جہالت نہیں ہوگی تو اور کیا ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ پہلے دیتا ہے اور بعد میں کام لیتا ہے۔ ایسی صورت میں دینی خدمت کر کے اپنا حق جتلانا گستاخی ہے۔ پس ایسے لوگ جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم خدا کے لئے کام کرتے ہیں۔ اور ہماری طاقت ہی کیا ہے کہ کوئی دینی کام کرسکیں جو کچھ ہوتا ہے خُدا کے فضل سے ہی ہوتا ہے۔ مگر اس وقت جبکہ اُن کی جگہ کسی دوسرے کو مقرر کر دیا جائے۔ یا ان کی نسبت کسی دوسرے کو کچھ زیادہ مل جائے تو وہ بھی انہیں لوگوں میں شامل ہو جاتے ہیں جو کوئی کام کر کے خُدا تعالیٰ پر احسان جتلاتے ہیں اور یہ مرض جو ان کے سینہ کے کسی کونہ میں مخفی ہوتا ہے باہر نکل آتا ہے۔ اس لئے سب دوستوں کو چاہیئے کہ اپنے نفسوں کا خاص طور پر مطالعہ کریں۔ اور اس مرض کو بالکل نکال دیں۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ اس جماعت میں بھی ایسے لوگ ہیں جو ذرا سی بات پر کہہ دیتے ہیں کہ ہماری حق تلفی ہوئی ہے میں کہتا ہوں جب وہ دین کے لئے اور خدا تعالیٰ کے لئے کام کرتے ہیں تو حق تلفی کے کیا معنی دیکھو حضرت مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ کے حضور کس قدر عاجزی اور انکساری اختیار کی ہے فرماتے ہیں ؎

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

پھر فرماتے ہیں ؎

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگاہ میں بار

یہ ایک اتنا بڑا انسان اپنے متعلق کہتا ہے جس کی نسبت تمام انبیاء نے پیشگوئی کی۔ جو رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا موعود تھا۔ آپ کی امّت میں بہت بڑے فتنہ کے وقت آپ کا نائب مقرر ہو کر آیا تھا۔ اور آپ کا بروز ہو کر کھڑا ہوا تھا۔ پس جب وہ خُدا تعالیٰ کے حضور اس قدر گرتا اور فروتنی اختیار کرتا ہے کہ اپنے آپ کو انسان بھی نہیں قرار دیتا ہے۔ تو اور کسی نے اس کے مقابلہ میں دین کی کیا خدمت کرنی ہے کہ خدا تعالیٰ پر اپنا حق سمجھے۔ پھر رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے عظیم الشان انسان سے بھی جس کی غلامی سے حضرت مسیح موعودؑ جیسا انسان

پیدا ہوا۔ جب حضرت عائشہؓ نے کہا کہ آپؐ توعملوں کے ذریعہ جنّت میں جائیں گے۔ تو آپؐ نے فرمایا نہیں مَیں بھی خُدا کے فضل سے ہی جنّت میں جاؤں گا [1]۔ پس وہ انسان جو سیّد الانبیاء اور اگلے پچھلے تمام انسانوں کا سردار ہے وہ ؐ بھی جب خُدا کا نام آتا ہے۔ تو کہتا ہے کہ میرے عمل کیا اس کے فضل سے ہی جنّت میں جاؤں گا۔ تو کیسا نادان ہے وہ انسان جو ان کے خادموں کا غلام ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ سے وہ مطالبہ کرتا ہے جو انہوں نے بھی نہیں کیا وہ ان کے غلاموں کا غلام ہونے کا مدعی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہے۔ حالانکہ کسی غلام کی یہ طاقت نہیں ہوتی کہ اپنے آقا کا مقابلہ کرے۔ پھر جو غلاموں کا غلام ہو۔ اُس کا کیا حق ہوسکتا ہے۔ تو یہ بہت بُری بات ہے کہ جب بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں اپنے حقوق نہیں ملے تو بڑا شور مچاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ اگر وہ کوئی دینی خدمت کرتے ہیں تو ان کے دل سے یہ خیال نکل جانا چاہیئے۔ جب تک ان کو دینی خدمت کی توفیق ملتی ہے۔ انہیں سب کچھ مل رہا ہوتا ہے۔ لیکن جب انہیں حقوق کا خیال پیدا ہوتا ہے تو ان کا سب کچھ جاتا رہتا ہے۔

خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو توفیق دے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو سمجھے اور اس بات کا عملی طور پر ثبوت دے کہ اللہ اس کا محتاج نہیں۔ بلکہ وہ اللہ کی محتاج ہے۔ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو ہر قسم کے تکبّر سے بچائے۔ آمین۔

(الفضل ۷/ اپریل ۱۹۱۷ء)

---

[1] بخاری کتاب الرقاق باب القصد والمداومة علی العمل۔